غیر مسلموں سے حسن سلوک کا قرآنی تصور

پروفیسر ڈاکٹر انصار الدین مدنی

یہ بات یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ اس وقت اقوام عالم کے سنجیدہ افراد مذہب کو فکری اتحاد و انتشار کے لیے بطور آلہ استعمال کرتے ہیں۔قرآن مجید ان دونوں زاویوں کی وضاحت بہت خوبصورت انداز میں کرتا ہے۔ جہاں تک انتشار کی بات ہے تو اس کی بنیادی وجہ قرآن مجید یوں بیان کرتا ہے:

یاھل الکتب لم تکفرون بایت اللہ وانتم تشھدون.یاھل الکتب لم تلبسون الحق بالباطل وتکتمون الحق وانتم تعلمون.

اے اہل کتاب کیوں کفر کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ حالانکہ تم اقرار کرتے ہو۔اے اہل کتاب کیوں مخلوط کرتے ہو واقعی کو غیر واقعی سے اور چھپاتے ہو واقعی بات کو حالانکہ تم جانتے ہو۔(۱)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

قل یاھل الکتب لم تکفرون بایت اللہ اور **قل یاھل الکتب لم تصدون عن سبیل اللہ من امن تبغونھا عوجا وانتم شھدآء وما اللہ بغافل عما تعملون.**

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب تم کیوں انکار کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے احکام کا حالانکہ اللہ تمہارے سب کاموں کی اطلاع رکھتے ہیں۔آپ فرما دیجئے اے اہل کتاب کیوں ہٹاتے ہو اللہ کی راہ سے ایسے شخص کو جو ایمان لا چکا اس طور پر کہ کجی ڈھونڈتے ہو اس راہ کے لیے حالانکہ تم خود بھی اطلاع رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔(۲)

پھر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے نظام ہدایت سے محرومی کا سبب بیان کرتے انہیں تنبیہ کرتے ہیں:

ولاتشتروا بایتی ثمنا قلیلا. (۳)

یعنی حکیم و کریم رب کی تعلیمات کو اپنی خواہشات کا لباس پہنا کر دعوت الی الحق کا نعرہ بلند کرنا در حقیقت معاشرہ کو فساد کی طرف لے جانا ہے۔قرآن حکیم ایسے شاطر انسانوں کے لیے

کلیہ علوم اسلامی ، گرینچ یونیورسٹی

جو فلسفہ بیان کرتا ہے وہ یہ ہے:
لکم دینکم ولی دین. (۴)
یعنی یہ لوگ اپنی خواہشات کے تناظر میں ہدایت کا پہلو ڈھونڈتے ہیں۔اے میرے حبیب ﷺ ایسے افراد پر محنت کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔کیونکہ انہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی ہوئی ہے۔ہاں ان کے جال میں آئے ہوئے معصوم لوگوں سے کہہ دیجئے:
قل یاھل الکتب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم.
آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔(۵)
پس یہی آیت اتحاد و یگانگت مذاہب اور امن عالم کے لیے تمہید بھی ہے اور میرے لیے موضوع سخن۔ابتدائی مرحلے میں
چند ایک مفسرین کی آرا کو پیش کرنے کے بعد ہم مشترکات مذاہب سیرت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں تلاش کریں۔
حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:
''یہودیوں نصرانیوں اور انہی جیسے لوگوں سے یہاں خطاب ہو رہا ہے کلمہ کا اطلاق مفید جملے پر ہوتا ہے جیسے یہاں کلمہ کہہ کر پھر سواء کے ساتھ اس کا وصف بیان کیا گیا سواء کے معنی عدل و انصاف والا جس میں ہم تم برابر ہیں پھر اس کی تفسیر کی کہ وہ بات یہ ہے کہ ایک خدا ہی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ نہ کسی بت کو پوجیں نہ صلیب کو نہ تصویر کو نہ خدا کے سوا کسی اور کو نہ آگ کو نہ کسی چیز کو بلکہ تنہا اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرو، یہی دعوت تمام انبیاء کرام کی تھی جیسے فرمان ہے ۔وما ارسلنا من قبلک من رسول الانوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون۔یعنی تجھ سے پہلے جس جس رسول کو ہم نے بھیجا سب کی طرف یہی وحی کی میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کیا کرو۔اور جگہ ارشاد ہے ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت یعنی ہر امت میں رسول بھیج کر ہم نے ہی منادی کرادی کہ خدا کی عبادت کرو اور اس کے سواء سے بچو پھر فرمایا ہے کہ آپس میں بھی ہم خدا کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو رب نہ بنالیں۔(۶)

یعنی اس تفسیر میں اتحاد کے نقطِ آغاز ایک اللہ کی عبادت اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا ہے جبکہ دوسری جگہ اس کی مزید وضاحت کچھ اس انداز میں ملتی ہے:

''اس آیت میں اہل کتاب سے اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں سے خطاب۔ کلمہ پوری بات کو کہتے ہیں یعنی یہ بات سراپا عدل وحق ہے اور تمام قوموں میں مانی ہوئی ہے کہ اللہ کے سوا کسی مخلوق کی عبادت حرام ہے اور اللہ کی ذات وصفات اور افعال میں کسی کو شریک ٹھہرانا بھی بڑا بھاری گناہ ہے۔ شرک ایسی گندگی ہے جس سے سب کو نفرت ہے۔ غیر اللہ کی پرستش حرام ہے خواہ وثن کی ہو یا صلیب کی، مورتی کی ہو یا کسی کی قبر کی، صنم کی ہو یا طاغوت کی، نور کی ہو یا نار کی، عبادت اللہ ہی کا حق ہے، اللہ کی عبادت میں کسی غیر کو شریک کرنا بڑا سنگین جرم ہے۔ تمام انبیاء کی یہی دعوت تھی اور سب نے اپنی اپنی امت کو توحید کی رغبت اور شرک سے نفرت دلائی۔ فرمایا وما ارسلنا من قبلک (۲۱۔۲۵) ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجا اس کے پاس یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں میری ہی عبادت کر۔ ولقد بعثنا فی کل (۱۶۔۳۶) ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچتے رہو۔ (۷)

پیر محمد کرم شاہ لکھتے ہیں:

''کلمہ سے مراد یہاں لفظ مفرد نہیں بلکہ جملہ مفیدہ ہے یعنی الانعبدالا اللہ۔ اور یہ استعمال عام ہے۔ والکلمۃ تطلق علی الجملۃ المفیدہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کوئی نئی دعوت، کوئی نرالا دین لے کر نہیں آئے تھے بلکہ حضور بھی اسی توحید کے داعی بن کر تشریف لائے تھے جس کی دعوت ہر نبی نے دی۔ نیز اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ انسانیت جو آج مختلف اور مخالف گروہوں میں بٹ کر رہ گئی ہے جس کے باعث گلشن ہستی جہنم زار بن گیا ہے اس کے اتحاد کی حقیقی اور محکم بنیاد عقیدہ توحید ہی ہے جو دنیا کی ساری حقیقتوں سے واضح تر اور روشن ترین حقیقت ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اسی پلیٹ فارم پر جمع ہونے کے لیے اہل کتاب کو دعوت دی۔ (۸)

عبدالرحمٰن کیلانی اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مختلف شاہان عجم کی طرف اسلامی دعوت کے خطوط بھیجے۔ جو خط ہرقل شاہ روم کو بھیجا گیا اس میں اسلام کی طرف دعوت کے بعد یہی آیت درج تھی۔ ان

دنوں ابوسفیان اپنے چند ساتھیوں سمیت شام گیا ہوا تھا۔ اسے اور اس کے ساتھیوں کو ہرقل نے دربار میں بلا کر پیغمبر اسلام کے متعلق بہت سے سوال وجواب کیے۔ تا آنکہ اسے پیغمبر اسلام کی حقانیت کا یقین ہو گیا۔ پھر اس نے ورسائے مملکت کو ایک بند کمرے میں بلا کر کہا کہ اگر مسلمان ہو جاؤ تو ہدایت پا جاؤ گے اور تمہارا ملک بھی تمہارا ہی پاس رہے گا مگر وہ لوگ اس دعوت پر تلملا اٹھے اور باہر بھاگنا چاہا۔ ہرقل نے انہیں دوبارہ بلا کر کہا میں صرف تمہاری آزمائش کر رہا تھا کہ تم اپنے دین میں کتنے پختہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے ہرقل کو سجدہ کیا اور اس سے خوش ہو گئے۔(۹)

مولانا ابو محمد عبدالحق اس آیت کی وضاحت کرتے ہیں:

''نصاریٰ بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ عبادت خالص اللہ ہی کی کرنی چاہئے اور اس کا کسی کو شریک نہ کرنا چاہیے توحید پر قائم رہنا چاہیے اور اس کے سواء کسی کو بمنزلہ رب کے نہ بنانا چاہیے کہ جو وہ حق وناحق کہے خواہ مخواہ مانا جاوے۔ یہ تین باتیں ہیں پھر فرمایا کہ دے اگر تم بھی ان پر قائم ہو تو ہم میں تم میں اتحاد ہو گیا کیونکہ یہی باتیں اصول اسلام ہیں اور جو نہیں مانتے تو ہمارے فرماں بردار الہی ہونے پر تم بھی شہادت دو اور اسی کا نام اسلام ہے جو تمہاری شہادت سے بھی برحق ثابت ہوا۔ یہ تین باتیں اس لیے ذکر فرمائیں کہ نصاریٰ کا ان تینوں کے برخلاف عمل اور عقیدہ تھا اس لیے کہ وہ تثلیث کے قائل تھے کہ باپ اور بیٹا اور روح القدس مل کر ایک خدا ہوا پس جب انہوں نے عیسیٰ کو خدا اور خدا کا حصہ دار بنایا تو پہلی اور دوسری بات کا خلاف پایا گیا اور آنحضرت سے پہلے سے لے کر پیچھے تک عیسائیوں میں پوپ مانا جاتا تھا یعنی ایک شخص مل روم میں نائب مسیح مانا جاتا تھا جو وہ کہتا تھا وہی کرتے تھے اس کی تعمیل حکم گو وہ خدا کے برخلاف ہی کیوں نہ ہو ہر حال میں ضرور۔(۱۰)

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

''تعالوا اگرچہ مکانی نقل وحرکت کے لیے آتا ہے۔ مگر یہاں حالت کی نقل کے لیے استعمال ہوا یعنی عیسائیت سے اسلام میں آجانا۔ چونکہ تعالوا میں نحوی معنی کے لحاظ سے بلندی ہے یعنی چڑھنا اس لیے یہاں یہ کلمہ خوب چسپاں ہے یعنی عیسائیت کی پستی سے اسلام کی بلندی میں چڑھ آؤ چونکہ حضور ﷺ اللہ کی مضبوط رسی ہیں کہ رب نے فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔ اور کنویں میں گیا ہوا ڈول رسی ہی کے ذریعہ اوپر بھی آتا ہے اور تازہ پانی بھی بھر کر لاتا ہے۔ رسی سے کھل جائے

تو کنویں کی کیچڑ میں پھنستا ہے۔ دنیا گھرا کنواں ہے جس میں ایمان و نیک اعمال کا تازہ پانی بھی ہے اور کفر و شرک بدکاریوں کی کیچڑ بھی۔ اگر حضورﷺ کا دامن پکڑ لیا تو اس کیچڑ سے بچے رہے۔ ورنہ اس دلدل میں پھنس گئے۔ اس لیے ارشاد ہوا تعالوا۔(۱۱)

قطب شہید اس آیت پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

اس میں شک نہیں ہے کہ یہ ایک منصفانہ دعوت ہے۔ ایسی دعوت ہے جس میں حضورﷺ ان پر کسی قسم کی کوئی فضیلت و برتری حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور نہ اہل اسلام اس میں کسی قسم کی برتری چاہتے ہیں۔ ایک یکساں موقف جس کے سامنے سب کے سب برابری کی پوزیشن میں کھڑے ہوں گے۔ کوئی کسی پر برتری نہ چاہے گا۔ کوئی کسی دوسرے کو اپنا غلام نہ بنائے گا۔ یہ ایک ایسی دعوت ہے جس سے صرف بدفطرت اور مفسد ہی انکار کرسکتا ہے۔ جو یہ نہیں چاہتا کہ حق کے سامنے جھک جائے۔ یہ ایک ایسی دعوت ہے کہ وہ صرف اللہ کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کریں نہ کسی بشر کو، نہ کسی پتھر کو، اللہ کی طرف ایسی دعوت کہ جس میں کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا غلام نہ ہو۔ نہ نبی کا غلام ہو، نہ رسول کا غلام ہو، بلکہ سب اللہ کے بندے اور غلام ہوں۔ نبی اور رسول تو وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے تبلیغ دین کے لئے چن لیا ہوتا ہے۔ اس لیے نہیں منتخب کیا ہوتا کہ وہ اللہ کے ساتھ الوہیت یا ربوبیت میں شریک بن جائیں۔(۱۲)

مندرج بالا مفسرین کی آرا کی روشنی میں اتحادِ مذاہب کی جو صورت بنتی ہے وہ یہ ہے:

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت: اس بات میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ ہر مذہب خدائے واحد کی عبادت کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ صرف دعویٰ نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے۔

''اسلام کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ خدا صرف ایک ہے، جسے اللہ کہتے ہیں اور یہ وہی خدا ہے جس کی دیگر مذاہب میں دوسرے ناموں کے تحت عبادت کی جاتی ہے۔ وہ کائنات کا قادر مطلق اور حاکم اعلیٰ ہے''۔(۱۳)

اس وقت سب سے زیادہ عیسائیت عقیدہ تثلیث کی پرچار کرتی ہے مگر خود عیسائیوں کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ربوبیت کا اعلان کیا ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عیسائی مذہبی کتب خدائے واحد کی تعلیم دیتی ہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اس مذہب

کے ماننے والے ابتدائی طور پر کم از کم اپنی مذہبی کتابوں کا باریک بینی سے مطالعہ کرے جب ایسا ہوگا تو یہ بات یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ انہیں اپنی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے آثار ملیں گے اور یہی اتحاد و یگانگت مذاہب کا پہلا مظہر ہوگا۔

تلاش حق کا جذبہ: اس بات کی وضاحت کے لیے سیرت رسول اللہ ﷺ سے چند ایک مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں:

''وہاں بصریٰ کے مقام پر اس جگہ جہاں معمول کے مطابق مکہ کے تجارتی قافلے منزل کیا کرتے تھے، ایک خانقاہ تھی جس میں عیسائی راہب کئی نسلوں سے رہا کرتے تھے۔ ایک کا انتقال ہو جاتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا اور خانقاہ کے ساز و سامان کی ملکیت اس کی جانب منتقل ہو جاتی۔ اس ساز و سامان میں کچھ قدیم مخطوطات بھی تھے۔ ان میں ایک مخطوطہ بھی تھا جس میں یہ پیشین گوئی درج تھی کہ عربوں میں ایک نبی آنے والا ہے اور بحیریٰ وہ راہب جو اب اس خانقاہ میں سکونت گزیں تھا۔ اس کتاب کے مندرجات سے بخوبی واقف تھا۔ اس کو اس پیشین گوئی بڑی دل چسپی تھی۔ وجہ یہ کہ ورقہ (ابن نوفل) کی مانند اس کو بھی احساس تھا کہ اس نبی کی بعثت اس کی زندگی ہی میں ہوگی''۔ (۱۴)

آگے چل کر مارٹن لکھتے ہیں:

''بحیریٰ ابن عبداللہ کو کھانے کے دوران بہت غور سے دیکھتا رہا۔ اس نے لڑکے کے ڈیل ڈول میں بہت سی ایسی نشانیاں دیکھیں جو کتاب میں مندرج علامتوں سے مطابقت رکھتی تھیں۔ ان معجزات کا مطلب اس کی سمجھ میں آ گیا۔ اس لیے جب سب لوگ کھانا کھا چکے تو راہب اپنے سب سے کم عمر مہمان کے پاس گیا اور اس کے رہن سہن نیز اور دوسری باتوں کے بارے میں سوالات کرنے لگا۔ محمدؐ نے سارے سوالات کا بلا تامل جواب دیا۔ کیوں کہ سوالات ایک قابل احترام شخصیت کی جانب سے کیے جا رہے تھے اور پھر انداز بھی مشفقانہ اور خوش خلقی پر مبنی تھا اور جب آخر میں راہب نے ان سے خواہش کی کہ وہ ان کی پیٹھ دیکھنا چاہتا ہے تو انہوں نے بلا تامل اپنی عبا اتار دی، بحیریٰ کو یقین تو پہلے ہی ہو چکا تھا لیکن اب اس یقین کو دو گونہ تقویت پہنچ گئی کیوں کہ اس نے دیکھا کہ آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان ٹھیک اسی قسم کا نشان ہے جیسا کہ اس کو توقع تھی۔ کتاب میں دی ہوئی تفصیلات کے مطابق، ویسا ہی نشان ٹھیک اسی جگہ مہر نبوت!''۔ (۱۵)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ تلاش حق کی صفت انسان کو صبر وتحمل اور حقائق پر غور وفکر کے بعد کسی فیصلے پر پہنچنے کا عادی بنا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں پیشوایانِ مذاہب کی اس سنجیدہ روش کی وجہ سے معاشرہ ایسے افراد کی حوصلہ افزائی کرتا رہا ہے جو ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور عزت واحترام سے پیش آنے کی ترغیب دیتے تھے۔ موجودہ دور میں بھی اس قسم کی تحقیقی روش کی بھرپور حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ اور غیر فطری تعصب کی ہر سطح پر حوصلہ شکنی کرنی چاہیے۔ کیونکہ روشِ تحقیق انسان میں قبولیت حق کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔

قبولیت حق یا اظہارِ حق: اگر انسان حقیقت کو جاننے کے بعد قبولیت حق کے درجے پر فائز نہیں ہوتا ہے تو کم از کم حق کی مخالفت کرنے سے باز رہتا ہے۔ اس طرح معاشرہ میں تعصب اور غلط طریقوں سے مذہب کی برتری ثابت کرنے کی حوصلہ شکنی ہوگی مثلاً:

''جب سورہ اقراء کی پہلی پانچ آیات نازل ہوئیں تو رسول کریم ﷺ غار کو چھوڑ کر گھر واپس آئے اور اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ کو بتایا کہ مجھے آج یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ وہ شاید کسی دن مجھے نقصان نہ پہنچائے۔ حضرت خدیجہؓ نے تسلی دی اور کہا کہ خدا آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔ ورقہ بن نوفل میرا چچازاد بھائی ہے جو ان معاملات سے واقف ہے۔ کل صبح جا کر ہم اس سے گفتگو کریں گے، وہ آپ کو بتائے گا۔ میں ان چیزوں سے واقف نہیں ہوں لیکن مجھے یقین ہے کہ شیطان کبھی آپ کو دھوکا نہیں دے سکے گا۔ ایک روایت کے مطابق صبح کو وہ آپ کو اپنے ساتھ ورقہ بن نوفل کے پاس لے جاتی ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ملنے ان کے عزیز دوست ابوبکرؓ آئے تو حضرت خدیجہؓ نے ان کو یہ قصہ سنایا اور کہا کہ انہیں اپنے ساتھ لے جا کر ورقہ سے ملاؤ۔ ورقہ بن نوفل بہت بوڑھے تھے۔ ان کی بصارت زائل ہو چکی تھی، مذہبا نصرانی تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ ان کے پاس پہنچے اور یہ قصہ سنایا تو ورقہ نے بے ساختہ یہ الفاظ کہے: اے محمد جو چیزیں تم نے ابھی بیان کی ہیں۔ اگر وہ صحیح ہیں تو یہ ناموس موسیٰ علیہ السلام سے مشابہ ہیں۔ ناموس کا لفظ اردو میں عام طور پر عزت کے لیے مستعمل ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں یہ مفہوم نہیں ہوسکتا۔ بعض مفسرین ناموس کے معنی قابل اعتماد لکھتے ہیں۔ وہ بھی یہاں موزوں نہیں ہے۔ بعض لکھتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ناموس کا نام دیا جاتا ہے۔ اسلامی ادبیات میں وہ روح الامین ہیں مگر یہ معنی بھی یہاں کام نہیں دیتے۔ میرے ذہن میں یہ آتا ہے کہ ناموس اصل

میں ایک اجنبی لفظ ہے، جو معرب ہوکر عربی زبان میں مستعمل ہوا۔ یہ یونانی زبان کا لفظ نوموس (Nomos) ہے۔ یونانی زبان میں لفظ توریت کو نوموس یعنی قانون کہتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ورقہ بن نوفل کا بیان ہے کہ یہ چیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توریت سے مشابہ ہے۔ اور یہی معنی زیادہ قرین قیاس نظر آتے ہیں"۔ (۱۶)

یہ واقعہ تقریباً تمام محدثین اور سیرت نگاروں نے نقل کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مخصوص انداز استنباط کی وجہ سے اسے نقل کیا ہے۔ اس پورے واقعہ کو نقل کرنے کی وجہ ورقہ بن نوفل کے اس رویہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جو کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے معاملہ میں اپنایا۔ یعنی حق کی مخالفت اور حسد سے باز رہا۔ اسی طرح تاریخ طبری میں ملتا ہے:

"عامر بن ربیعہ سے مروی ہے کہ مجھ سے زید بن عمرو بن نفیل کہا کرتا تھا کہ میں اولاد اسماعیلؑ میں ایک نبی کے مبعوث ہونے کا منتظر ہوں اور ان میں سے بھی عبدالمطلب کی اولاد میں اپنے لیے میں نہیں سمجھتا کہ اتنا زندہ رہوں گا کہ اسے پاسکوں ایماں لاؤں اور اس کی نبوت کی شہادت دوں اور تصدیق کرسکوں البتہ تم اگر اس وقت تک زندہ رہو اور ان کو دیکھو تو ان کو میرا اسلام کہنا تا کہ ان کے شناخت کرنے میں تم کو کوئی دشواری نہ ہو میں ان کا حلیہ بتائے دیتا ہوں میں نے کہا کہیئے اس نے کہا وہ نہ کوتاہ قامت ہوں گے نہ دراز قامت نہ ان کے سر کے بال بہت گھنے ہوں گے اور نہ چھترے ان کی آنکھوں میں سرخی ہوگی مہر نبوت ان کے شانوں کے بیچ میں ہوگی۔ نام احمد ہوگا۔ اسی شہر میں وہ پیدا اور مبعوث ہوں گے۔ پھر ان کی قوم ان کو یہاں سے نکال دے گی اور ان کی تعلیم کو پسند نہ کرے گی پھر وہ یثرب کو ہجرت کر جائیں گے وہاں ان کی بات بن جائے گی۔ دیکھو تم اُن کے متعلق دھوکہ میں نہ آجانا۔ میں دین ابراہیم کی تلاش میں دینا بھر میں پھرا ہوں جس یہودی، عیسائی اور مجوسی سے میں نے دین ابراہیم کو پوچھا اس نے مجھ سے کہا کہ وہ تو تمہارے وطن میں ہے اور انہوں نے ہونے والے نبی کی وہی صفت بیان کی جو میں نے تم سے کہہ دی ہے یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اب صرف وہی نبی ہیں جو مبعوث ہوں گے"۔ (۱۷)

آزاد سلہری لکھتے ہیں:

"جب روایات عقیدے میں ڈھلتی ہیں تو انسان کو ان عقیدوں سے اتنی عقیدت ہوجاتی ہے کہ مذہب کا رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی خطہ ارض کے افراد کے مزاج اور ان کے کام کے انداز سے

جو روایتیں ایک نظام کی شکل ڈھال لیں تو کلچر وجود میں آتا ہے۔ یہ سب آنا فانا نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی فرد یا ادارہ کلچر کی نشوونما کرتا ہے البتہ وقت ان عوامل کو متذکرہ شکل دینے میں فیصلہ کن کردار ادا کرتا ہے گویا تہذیب کو ایک خاص رنگ میں آتے آتے محض وقت درکار ہے۔ اسلام نے تمام تہذیبوں کو پھلنے پھولنے کا بھرپور وقت دیا اور ان کو ایک لڑی میں پرونے کے لیے تمام مذاہب کے بعد مکمل دین کی حیثیت سے نازل ہوا۔ انسانی تہذیب اس سے قبل اپنے ارتقاء کے بعد فطری انجام کو پہنچ چکی تھی۔ اب ایک مشترکہ کلچر قائم کرنے کی ضرورت تھی جو ان تمام تہذیبوں کی مشترکہ اقدار سے فروغ پائے۔ انسان بذات خود ساری تہذیبوں میں مشترکہ اکائی ہے لہذا اسلام انسانیت کی عظمت کا دین قرار پایا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دین کو لانے والی ہستی نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ جس نے عمامہ نہ باندھا وہ ہم میں سے نہیں، جس نے داڑھی نہ رکھی وہ ہم میں سے نہیں بلکہ یہی فرمایا کہ جس نے جھوٹ بولا وہ ہم میں سے نہیں، جس نے ملاوٹ کی اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ محض اس لیے کہ اول الذکر کی نوعیت تہذیبی ہے جب کہ موخر الذکر کی آفاقی۔ جھوٹ، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، فساد، تشدد اور دھوکہ دہی کسی بھی تہذیب کی اقدار میں شامل نہیں اسی لیے ان اوصاف کے حامل شخص کو خبردار کیا گیا کہ یہ اقدام انسانیت سوز ہیں اور ایثار، قربانی اور محبت والفت کے جذبوں کو ابھارا اور سراہا کہ یہ انسانیت ساز ہیں''۔ (۱۸)

دعوت حق: انسان جب غور و فکر اور سچائی کو جاننے کے بعد حقیقت کے راستے پر چلتا ہے تو اس کی زبان سے زیادہ اس کا عمل دوسرے انسانوں کو حقیقت پرست بننے کی دعوت دیتا ہے۔ چنانچہ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ جب مشرکین مکہ بڑی منصوبہ بندی اور تمام مروجہ سفارتی اصول وضوابط کی پابندی کرتے ہوئے نجاشی کو اسلام اور بانی اسلام حضرت محمد ﷺ سے متنفر کرنے کی بھرپور کوششیں کیں۔ مگر سفیر اسلام حضرت جعفرؓ نے بہترین صفتِ مردم شناسی اور معاملہ شناسی کی بدولت حبشہ کا عمومی اور خصوصی ماحول اپنے حق میں کیا۔ چنانچہ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ جب نجاشی نے دین اسلام اور آنحضرت ﷺ کے متعلق سوال کیا تو حضرت جعفرؓ نے بہت ہی میٹھے انداز میں یوں فرمایا:

''ایھا الملک! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، ہمسایوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، قوی لوگ کمزوروں کو کھا جاتے تھے، اس

اثنا میں ہم میں ایک شخص پیدا ہوا جس کی شرافت اور صدق و دیانت سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے، اس نے ہم کو اسلام کی دعوت دی، اور یہ سکھلایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں، خونریزی سے باز آئیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہمسایوں کو آرام دیں، عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں، زکوۃ دیں، ہم اس پر ایمان لائے، شرک اور بت پرستی چھوڑ دی اور تمام اعمال بد سے باز آئے، اس جرم پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہوگئی، اور ہم کو مجبور کرتی ہے کہ اسی گمراہی میں واپس آجائیں۔ نجاشی نے کہا جو کلام الٰہی تمہارے پیغمبر پر اترا ہے کہیں سے پڑھو۔ حضرت جعفر نے سورہ مریم کی چند آیتیں پڑھیں، نجاشی پر رقت طاری ہوئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے پھر کہا خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔ یہ کہہ کر سفرائے قریش سے کہا، تم واپس جاؤ میں ان مظلموں کو ہرگز واپس نہ دوں گا۔ دوسرے دن عمرو بن العاص نے پھر دربار میں رسائی حاصل کی اور نجاشی سے کہا حضور! آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہیں، نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا کہ اس سوال کا جواب دیں، ان لوگوں کو تردد ہوا کہ اگر حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے کا انکار کرتے ہیں تو نجاشی عیسائی ہے ناراض ہوجائے گا، حضرت جعفر نے کہا کچھ ہو، ہم کو سچ بولنا ہے۔ غرض یہ لوگ دربار میں حاضر ہوئے، نجاشی نے کہا تم لوگ عیسیٰ بن مریم کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہو؟ حضرت جعفرؓ نے کہا ہمارے پیغمبر نے بتایا ہے کہ عیسیٰ خدا کا بندہ اور پیغمبر اور کلمۃ اللہ ہے۔ نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھالیا اور کہا واللہ جو تم نے کہا عیسیٰ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں۔ بطریق جو دربار میں موجود تھے، نہایت برہم ہوئے، نتھنوں سے خرخراہٹ کی آواز آنے لگی، نجاشی نے ان کے غصہ کی کچھ پرواہ نہ کی اور قریش کے سفیر بالکل ناکامیاب آئے۔ اسی اثنا میں کسی دشمن نے نجاشی کے ملک پر حملہ کیا، نجاشی اس کے مقابلے کے لیے خود گیا، صحابہؓ نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے ایک شخص جائے اور خبر بھجتا رہے کہ اگر ضرورت ہو تو ہم بھی نجاشی کی مدد کے لیے آئیں، حضرت زبیر اگرچہ سب سے زیادہ کمسن تھے لیکن انہوں نے اس خدمت کے لیے اپنے کو پیش کیا، مشک کے سہارے دریائے نیل تیر کر رزمگاہ میں پہنچے ادھر صحابہؓ نجاشی کی فتح کے لیے خدا سے دعا مانگتے تھے، چند روز کے بعد حضرت زبیر واپس آئے اور خوشخبری سنائی کہ نجاشی کو خدا نے فتح دی۔ (۱۹)

درجہ بالا واقعہ سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ حضرت جعفرؓ نے جن حالات میں جرات کا مظاہرہ کیا وہ یقیناً ایک حق پرست، حقیقت شناس اور باعمل انسان ہی انجام دے سکتا ہے۔ یعنی آپ نے ایک طرف بہت ہی خوبصورت پیرائے میں اسلام اور بانی اسلام ﷺ کا تعارف پیش کیا تو دوسری جانب مشرکین مکہ کے تمام پروپگنڈے کا اثر نہ صرف اپنی بہترین سفارت سے زائل کیا بلکہ اپنی حقیقت بیانی سے اسلام اور عیسائیت کے درمیان وجہ اشتراک بھی بیان کیا۔ جس سے آنے والے وقتوں میں حبشہ کی سرزمین مسلمانوں کے لیے بہترین پناہ گاہ ثابت ہوئی۔

نتیجہ کے طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت مشترکاتِ مذاہب پائے جاتے ہیں۔ جن میں سے چند ایک کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ ان پر دانشوانِ مذاہب کو بات کرنے کا موقع دینے چاہیے۔ اور خصوصاً موجودہ حالات میں ''مسیح موعود'' اور ''حساب کتاب کا دن'' جیسے موضوعات پر اسلامی مما لک میں سیمینارز کا اہتمام کرنا چاہیے اور دوسرے مذاہب کے سرکردہ افراد کو ان موضوعات پر سیر حاصل بحث کرنے کی دعوت دینی چاہیے۔ اس طرح بہت سے نقاط جو اس وقت پردۂ خفا پر ہیں وہ آشکار ہوں گے۔ ظاہر ہے ہر مذہب کے ماننے والے کی پہلی ترجیح اپنے مذہبی پیشوا کی باتوں کو اہمیت دینی ہوتی ہے۔ جب ایک فورم سے مختلف مذاہب کے اسکالرز مشترکات مذاہب پر بات کریں گے تو اس سے ایک طرف تعصب کا ماحول ختم ہوگا تو دوسری جانب کچھ نئے لوگ اس میدان میں آئیں گے اور یقیناً ان کی آزادانہ تحقیق امن عالم کے لیے پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ اور ہر مذہب کا ماننے والا اپنے ذرائع ابلاغ سے جن فطری ہدایت کی باتوں کو سنے گا تو وہ یقیناً فطری ہدایت کی طرف متوجہ ہوگا اور اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ اسلام دین فطرت ہے۔

معذرت خواہ

سابقہ شمارہ شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نمبر

میں ٹریسنگ نکالتے ہوئے غلطی سے غیر پروف شدہ فائلوں کا پرنٹ لگا دیا گیا تھا جس سے قارئین کو زحمت اٹھانا پڑی اس کیلئے ادارہ معذرت خواہ ہے

حواشی و حوالہ جات

۱۔القرآن،۳: ۷۰۔۷۱

۲۔القرآن،۳: ۹۸۔۹۹

۳۔القرآن،۲: ۴۱

۴۔القرآن،۹: ۶

۵۔القرآن،۳: ۶۴

۶۔ابن کثیر، عمادالدین ابوالفداء اسمعیل،حافظ ،تفسیرابن کثیر،ص۷۶،نور محمد کارخانہ تجارت کتب،کراچی،سندندارد

۷۔ابن کثیر،عمادالدین ابوالفداء اسمعیل،حافظ،الفضل الکبیر،ص۱۴۷،مترجم حافظ محمد داودخان بن خورشید احمد خان، مکتبہ الریحان،کراچی،۱۹۶۵ء

۸۔الازہری،محمد کرم شاہ،پیر،ضیاء القرآن، ج۱، ص۲۳۹۔۲۴۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز،لاہور،۱۴۰۲ھ

۹۔کیلانی،عبدالرحمٰن،مولانا،تیسیر القران،ج۱،ص۲۵۵۔۲۵۶،مکتبۃ السلام،لاہور،۲۰۰۱ء

۱۰۔عبدالحق،ابومحمد،مولانا،مقدمہ تفسیر حقانی،ص۶۳۔۶۴،نجر کتب خانہ نعیمیہ دیوبند،انڈیا،سن ندارد

۱۱۔نعیمی،احمد یارخان،مفتی،تفسیرنعیمی،پارہ سوم،ص۵۷۸،مکتبہ اسلامیہ،گجرات،سن ندارد

۱۲۔قطب شہید،سید،فی ظلال القرآن،ص۶۲۳،مترجم سید معروف شاہ شیرازی،ادارہ منشورات اسلامی،لاہور،۱۹۹۵ء

۱۳۔لیوس مور، مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا، مترجمین یاسرجواد،سعدیہ جواد،ص۱۲۹،المطبعۃ العربیہ،لاہور،۲۰۰۱ء

۱۴۔مارٹن لنگس (ابوبکرسراج الدین)،حیات سرورکائنات محمد ﷺ، ص۸۲،مرکزی مکتبہ اسلامی،دہلی،۱۹۹۳ء

۱۵۔ایضاً،ص۸۴

۱۶۔حمیداللہ،محمد،ڈاکٹر،خطبات بہاولپور،ص۸۔۹،ادارہ تحقیقات اسلامی،۲۰۰۳ء

۱۷۔الطبری،ابی جعفرمحمد بن جریر،تاریخ طبری،مترجم سید محمد ابراہیم ایم اے،حصہ اول،ص۷۱۔۷۲،نفیس اکیڈمی،کراچی،۱۹۶۷ء

۱۸۔آزادسلہری،مذاہب عالم،ص۹،آزادانشر پرنٹرز،لاہور،۱۹۹۹ء

۱۹۔شبلی نعمانی،سیرۃ النبی ﷺ،ص۲۳۸۔۲۴۰،مطبع معارف،اعظم گڈھ،۱۳۳۹ھ